پیغام صلح

(موجودہ مشکلات کا حل)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

موجودہ مشکلات کا صحیح حل

یعنی

ہندوؤں، مسلمانوں میں کیونکر اتحاد ہو سکتا ہے

(حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی کی پبلک تقریر جو حضور نے ۱۴- نومبر ۱۹۲۳ء کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع میں بریڈلاہال لاہور میں فرمائی-)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا-

مسلمان موجودہ مشکلات میں نہیں گھبراتا

گو ہمارے ملک کی اس وقت جو حالت ہے اور جس قسم کے فتنے اور فساد اس میں پیدا ہو رہے ہیں وہ ہر ایسے شخص کو جس کے دل میں اپنے ملک اور اپنے وطن سے ذرہ بھی الفت اور محبت ہو سکتی ہے متفکر کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن میں ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہوں جس نے اپنی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [1] سے شروع کر کے امید کا ولولہ پیدا کر دیا ہے- اور میں اس کتاب سے مذہبی تعلق رکھتا ہوں جس نے مسلمانوں کو یہ کہکر وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [2] وہ انجام پر بھی خدا تعالیٰ کی حمد ہی کرنے والے ہونگے میرے دل میں امید کی کبھی نہ ختم ہونے والی لہر پیدا کر دی ہے اس لئے گو موجودہ حالات نہایت ہی تاریک ہیں مگر میں امید سے بھرا ہوا دل رکھتا ہوا یقین رکھتا ہوں کہ اگر آج نہیں تو کل ملک میں امن ہو جائے گا اور اگر اس وقت نہیں تو پھر دوسرے وقت میں لوگ فتنہ و فساد نااتفاقی اور بے اتحادی کی راہ چھوڑ کر صلح اور آشتی کی طرف آجائیں گے-

پیش آمدہ مشکلات کا حل

میرا آج کا لیکچر جیسا کہ اس اشتہار سے ظاہر ہے جو اس لیکچر کے متعلق شائع ہوا اس امر پر ہے کہ ہمارے ملک میں موجودہ مشکلات جو اتحاد و اتفاق کے متعلق پیدا ہو گئی ہیں اور وہ روکیں جو صلح و آشتی میں رونما ہیں وہ کس طرح دور ہو سکتی ہیں اور ان کا حل کیا ہے اور ہندوستان کی مختلف قوموں میں کس طرح صلح اور اتحاد ہو سکتا ہے۔ اور اس کے متعلق مسلمانوں کا کیا فرض ہے۔

مضمون کا تعلق تمام قوموں سے

میں سمجھتا ہوں یہ ایسا مضمون ہے جو ان تمام جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے جو ہندوستان میں رہتی ہیں یعنی اس کا تعلق ہندوؤں، سکھوں، مسلمانوں وغیرہ سب سے ہے اور پھر یہی نہیں میں ان جماعتوں میں گورنمنٹ کو بھی شامل کرتا ہوں کیونکہ وہ بھی ایک جماعت ہے جس کا ہمارے ملک کے نفع و نقصان سے تعلق ہے ہمارے نقصان کے ساتھ اس کا نقصان وابستہ ہے اور ہمارے نفع کے ساتھ اس کا نفع وابستہ ہے۔

مذہبی نقطہ خیال

چونکہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو سیاسی معاملات میں اپنا سارا وقت صرف کرتے ہیں بلکہ میرا وقت مذہبی معاملات میں صرف ہوتا ہے اس لئے میں اس بارے میں وہی نقطہ پیش کروں گا جو مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

فتنے سے بچو کہ وہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے

سب سے پہلے سامعین کی توجہ اس طرف پھیرنا چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ فتنہ کا باعث افراد کے وہ معاملات ہوتے ہیں جنہیں قومی سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ افراد کے معاملات ایسے نہیں ہوتے جیسے قومی معاملات ہوتے ہیں۔ افراد کے معاملات کو قومی بنا لینے کی وجہ سے فتنہ پرداز لوگوں کو موقع ملتا ہے کہ قوموں میں فتنہ اور فساد پیدا کر دیں اور اتحاد و اتفاق نہ ہونے دیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کہتا ہے اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ [3] قتل بہت برا فعل سمجھا جاتا ہے اور قاتل کو لوگ نہایت بری نظر سے دیکھتے ہیں مگر ہماری کتاب بتاتی ہے کہ بے شک قاتل بہت برا ہوتا ہے اور قتل بہت برا فعل ہے مگر فتنہ بہت ہی برا فعل ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا بہت ہی برا ہوتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس سے لاکھوں اور اربوں جانیں چلی جاتی ہیں لیکن قتل سے ایک یا چند جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ ایک فتنہ پرداز شخص ایسی بات کر دیتا ہے کہ جس سے قومیں لڑ پڑتی ہیں اور جماعتوں میں تفرقہ اور شقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ فتنہ باز لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو معمولی بات

کہی تھی مگر ان کا معمولی بات کہنا ایک زہر ہے جس کا دور دور تک اثر پھیلتا ہے اور پھر اس سے خطرناک قتل شروع ہو جاتا ہے جس سے لاکھوں اور کروڑوں انسان موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ تو فتنہ شروع میں چھوٹا نظر آتا ہے مگر اس کا انجام بہت بڑا ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے قتل سے بھی منع کیا ہے مگر فتنہ سے اس سے بھی زیادہ زور کے ساتھ منع کیا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ عام طور پر لوگ قتل سے تو بچنے کی کوشش کرتے ہیں مگر فتنہ سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر ان کے سامنے کسی قتل کا ذکر کریں تو وہ کہیں گے کہ افسوس کہ لوگ اس قدر بگڑ گئے ہیں کہ اپنے بھائیوں کو قتل کرنے سے دریغ نہیں کرتے مگر خود فتنہ کے لئے تیار ہو جائیں گے اور نہ صرف تیار ہوں گے بلکہ فتنہ کھڑا کر دیں گے اس لئے ضرورت ہے کہ لوگوں کو فتنہ کی مضرّت اور نقصان سے آگاہ کیا جائے کیونکہ جب لوگ یہ نہ سمجھیں کہ فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر برا فعل ہے اس وقت تک امن نہیں ہو سکتا۔

ملک کی موجودہ حالت

آج ہمارے ملک کی ایسی حالت اور ایسا رنگ نظر آ رہا ہے کہ کوئی دو جماعتیں آپس میں محبت کرتی ہوئی نظر نہیں آتیں۔ آج سے پہلے محبت کی ایک لہر تھی جو ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمان ہندوؤں کو بھائی سمجھتے تھے اور ہندو مسلمانوں کو بھائی کہتے تھے سکھ دونوں کو بھائی قرار دیتے تھے مگر آج یہ حالت ہے کہ ہر قوم دوسرے کے خلاف کھڑی ہے اور ایک قوم دوسری کی دشمن بنی ہوئی ہے جس سے ملک کی ترقی بہت پیچھے جا پڑی ہے۔

ہم فتنہ پرداز نہیں

کچھ لوگ ہمارے متعلق خیال کرتے ہیں کہ ہم فتنہ کا موجب ہیں اور ہم اتحاد و اتفاق میں رخنہ اندازی کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم سے زیادہ فتنہ کا کوئی دشمن نہیں ہے اور ہمارے دل سے فتنہ سے زیادہ کوئی چیز دور نہیں ہے ہم جس چیز کو برا سمجھتے ہیں وہ وہ ہے جس کے نتیجہ میں فتنہ پیدا ہوتا ہے ورنہ جس امر کے متعلق ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے ملک اور اپنے وطن کے لئے مفید ہے اس کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے اور ہر طرح کی تکالیف اٹھانے کے لئے لبیک کہنے کو ہم تیار ہیں۔

ہماری باہمی مخالفت سے غیر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

یہ فتنہ جو اس وقت ملک میں پھیلا ہوا ہے اس کا کیا نتیجہ ہوا ہے یہ کہ دشمن ہم پر ہنس رہے ہیں اور وہ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے وہ نفرت اور حقارت سے

دیکھ رہے ہیں- اگر قومی جذبہ کوئی چیز نہ بھی ہو تو اس حقارت اور نفرت کو ہی دیکھ کر ہر ایک شخص کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے کہ فتنہ مٹ جائے مگر افسوس ہے کہ اس طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ فتنہ کیوں پیدا ہوا ہے وہ کیا اسباب ہیں جو اس کے پیدا ہونے میں کام کر رہے ہیں اور کس طرح یہ مٹ سکتا ہے ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ جو ذرائع اختیار کئے جا رہے ہیں وہ چونکہ ایسے نہیں ہیں جو فتنہ کو مٹانے کا موجب ہوں اس لئے فتنہ بڑھتا جا رہا ہے اور دیکھا گیا ہے کہ اس فتنہ کے اوقات میں بہت سی قومیں ہیں جو ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں- چنانچہ مردم شماری کے وقت جو کچھ ہوا ہے اگر اور حالات ہوتے تو اس کے متعلق ایک شور پڑ جاتا مگر آپس کی ناچاقی اور نااتفاقی کی وجہ سے کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آیا- ادنیٰ اقوام پہلے یا تو علیحدہ دکھائی جاتی تھیں یا ہندوؤں میں شمار کی جاتی تھیں یہ بھی غلطی تھی کہ ان کو ہندوؤں میں شامل کیا جاتا تھا کیونکہ ان کا مذہب علیحدہ ہے اور ان کو علیحدہ ہی دکھانا چاہئے تھا مگر گذشتہ مردم شماری میں ادنیٰ اقوام ساری کی ساری عیسائیوں میں دکھائی گئی ہیں اور سارے پنجاب میں صرف چند ایک ادنیٰ اقوام کے لوگ بتائے گئے ہیں- حالانکہ اڑھائی سو کے قریب چوڑھے قادیان میں ہی ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اور جگہوں میں بھی کس قدر ہونگے مگر کچھ لوگوں نے اپنے ذاتی فوائد (کونسلوں میں انتخاب وغیرہ) کے لئے ان کو اپنے میں شامل کر لیا ہے- پس اس قسم کے شور و شر میں جو ہندو مسلمانوں میں برپا ہے دوسرے لوگ ایسے فائدے حاصل کر لیتے ہیں-

اس عدم اتحاد کا ذمہ دار مذہب نہیں

غرض اس وقت ملک کا امن بالکل برباد ہو چکا ہے- بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے اور وہ لوگ جن کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ملک اور قوم کی ترقی کے لئے کوشش کرنی چاہئے تھی آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں- اس کی وجہ مذہبی اختلافات نہیں ہو سکتے کیونکہ مذہبی اختلافات کا تو یہ مطلب ہے کہ ایک مذہب والے خدا تک پہنچنے کا اور طریق سمجھتے ہیں اور دوسرے مذہب والے اور- اگر خدا ہے اور یقیناً ہے تو ممکن نہیں کہ خدا ایسا کرنے سے خوش ہے کہ ایک مذہب والے دوسرے مذہب والوں کو مارتے اور ان کے گلے کاٹتے پھریں- اگر خدا ہے اور میں یقین ہی سے نہیں بلکہ اپنے مشاہدہ سے کہتا ہوں کہ ہے تو اس کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے سے بھائی بھائی جیسا سلوک کریں اور بھائی بھائی جیسا تعلق رکھیں- میں یہ

نہیں کہتا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے زیادہ گہرا تعلق رکھنے کا نہیں بلکہ یہ تو میں نے بطور مثال کہا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے سے محبت کریں۔

اسلام کی تعلیم آپس کے سلوک کے متعلق

قرآن کریم نے صاف طور پر بتادیا ہے کہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے آپ کے تعلقات اور سلوک میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئے۔ چنانچہ آتا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [۴] خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمان! اگر تیرے ماں باپ مشرک ہوں تو تجھے یہ نہیں چاہئے کہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ دے ان سے کوئی سلوک نہ کرے۔ ان سے ہر طرح کا اچھا سلوک کر اور ان کے احکام کی اطاعت کر ہاں شرک کے معاملہ میں ان کی بات نہ ماننا کیونکہ تیری عقل نے اس بارے میں اور فیصلہ کیا ہے اور ان کی عقل نے اور مگر دنیاوی معاملات میں تیرا فرض ہے کہ تو ان سے نیک سلوک کرے۔

تو شرک جس کو اسلام نے بدترین گناہ قرار دیا ہے اس کے ہوتے ہوئے بھی کہا ہے کہ اگر تیرے ماں باپ مشرک ہوں تو بھی ان سے تعلق منقطع نہ کر بلکہ ان سے حسن سلوک کر اور اچھے تعلقات رکھ۔

یہ تو قرآن کریم کا حکم ہے اب ہم رسول کریم ﷺ کے متعلق دیکھتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کی لڑکی کے پاس جو رسول کریم ﷺ کی بیوی کی بہن تھیں ان کی والدہ آئی تو انہوں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری ماں آئی ہے اور چاہتی ہے کہ میں اس سے کچھ سلوک کروں مگر وہ کافرہ ہے کیا میں اس سے سلوک کر سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"ہاں کر یہ دنیاوی معاملہ ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے [۵]۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان جن کے متعلق مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ خشونت والے تھے اور اپنی پہلی حالت میں تلوار لے کر رسول کریم کو قتل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے متعلق آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ایک جُبّہ دیا جو ریشمی تھا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے ایک دفعہ آپ کو ریشمی جبہ دیا تھا مگر آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا تھا اب مجھے آپ نے ریشمی جبہ دیا ہے کہ میں اس کو پہن لوں۔ آپ نے فرمایا میں نے پہننے کے لئے نہیں دیا کسی کو تحفہ دیدو یا بیچ ڈالو [۶] اس پر انہوں نے اپنے اس بھائی کو جو مکہ میں رہتا تھا اور کافر تھا دے

دیا۔

مذہب دنیاوی معاملات میں مانع اتحاد نہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے تعلقات اور سلوک منقطع نہیں ہوجاتا بلکہ اس لڑائی کے زمانہ میں کافر رشتہ داروں سے سلوک کئے جاتے تھے۔ پس مسلمانوں کی طرف سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چونکہ ہمیں ان سے مذہبی اختلاف ہے اس لئے ہم ان سے دنیاوی معاملات کے متعلق اتفاق نہیں رکھ سکتے اور اس بارے میں ہماری ان سے صلح نہیں ہوسکتی کیونکہ کوئی مذہب بھی یہ نہیں کہے گا کہ دنیاوی معاملات میں دوسرے مذاہب کے لوگوں سے اتحاد نہ کرو بلکہ ان سے لڑتے جھگڑتے رہو۔ یہ بات فطرت صحیحہ کے خلاف ہے جو مذہب یہ تعلیم دیگا اس کو لوگ چھوڑ دیں گے مگر اس کی یہ بات نہ مانیں گے۔

ہندو مسلمانوں میں کیوں اتحاد قائم نہیں رہا۔

پس جبکہ مذہبی اختلاف دنیاوی معاملات میں اتحاد کے خلاف نہیں اور نہ روک ہے تو سوال ہوتا ہے کہ پھر کیوں ہندوؤں مسلمانوں میں فساد ہے۔ ایک طرف تو دنیاوی ضروریات ان کو مجبور کرتی ہیں کہ آپس میں اتفاق و اتحاد رکھیں اور مل کر رہیں اور دوسری طرف ہر ایک مذہب یہ کہتا ہے کہ ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہو تو کیوں ان میں فساد ہوتے ہیں اور کیوں ان کا اتحاد قائم نہیں رہتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندو مسلمانوں میں جو اتحاد اور صلح ہوئی تھی وہ ایسی بنیاد پر نہ تھی جو ہمیشہ قائم رہتی بلکہ وقتی ضرورتوں اور جوشوں سے فائدہ اٹھا کر صلح کی گئی تھی اور جو کام اس طرح کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ ہمیشہ خراب نکلتا ہے ایسا ہی اس صلح کے متعلق ہوا۔ جب لوگوں میں جوش نہ رہا تو صلح بھی نہ رہی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا اور صلح کسی مضبوط بنیاد پر کی جاتی تو یہ صلح کم از کم اتنے وقت تک تو چلتی جتنے وقت دنیا میں صلح چلا کرتی ہے۔ بھائی بھائی میں صلح ہوتی ہے اور ٹوٹ بھی جاتی ہے۔ قومیں آپس میں صلح کرتی ہیں اور پھر لڑائی بھی کرتی ہیں مگر ان کی صلح اتنی جلدی نہیں ٹوٹتی۔ جتنی جلدی ہندو مسلمانوں کی صلح ٹوٹی۔ دیکھو مرنے کو تو ہر ایک انسان مرجاتا ہے لیکن جب کوئی جوانی کی عمر میں مرتا ہے تو اس کے متعلق بہت زیادہ افسوس کیا جاتا ہے اسی طرح اگر ہندو مسلمانوں کی صلح اپنا وقت گزار کر ٹوٹتی تو اتنا افسوس نہ ہوتا لیکن چونکہ یہ قبل از وقت ٹوٹ گئی اس لئے زیادہ افسوس کے قابل ہے۔

صلح ٹوٹنے کی وجہ اول

اور اس کے ٹوٹنے کی وجہ یہی ہے کہ اس کی بنیاد وقتی جوش پر تھی اور جوش نہ رہنے پر اسی طرح گر گئی جس طرح اگر ایک بیمار آدمی کو عظیم الشان خوشخبری سنائی جائے تو پہلے اگر وہ دوسروں کے سہارے کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت خود بخود کھڑا ہو جائے گا مگر اس کے بعد اس کو پہلے سے بھی زیادہ کمزوری محسوس ہو گی اسی طرح وقتی جوش کی وجہ سے ہندو مسلمان اکٹھے ہو گئے مگر پھر ایک دوسرے سے لڑنے لگ گئے اور پہلے سے بھی زیادہ لڑنے لگ گئے۔

صلح قائم نہ رہنے کی ایک اور وجہ

پھر اس صلح کے قائم نہ رہنے کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کی نیتیں درست نہ تھیں۔ کچھ عرصہ ہوا اسی جگہ میں نے ایک لیکچر دیتے ہوئے بیان کیا تھا کہ جب نیتیں نیک نہ ہوں اس وقت تک صلح نہیں ہو سکتی اور اگر ہو جائے تو قائم نہیں رہ سکتی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے متعلق میں صرف مسلمانوں پر الزام نہیں لگاتا اور اسی طرح صرف ہندوؤں پر بھی الزام نہیں لگاتا میرے نزدیک دونوں پر یہ الزام لگتا ہے۔ چونکہ ہمیں ان معاملات سے الگ سمجھا جاتا ہے اس لئے ہم سے دونوں جماعتوں کے لوگ تعلق رکھتے ہیں اور دونوں جماعتوں کے لوگ ملتے ہیں جنہوں نے اصل حقیقت بتا دی اس لئے میں دونوں کے متعلق کہتا ہوں کہ ان کی نیتیں درست نہ تھیں۔ ہم سے ایسے ہندو ملے جنہوں نے کہا کہ مسلمان بیرونی ممالک کے مسلمانوں پر اپنی اطاعت کا انحصار رکھتے ہیں مگر سوراجیہ مل لینے دو ہم ان کی خبر لے لیں گے اسی طرح ہم سے ایسے مسلمان ملے جنہوں نے کہا ہندوؤں کو اپنی کثرت کا گھمنڈ ہے مگر انگریزوں کو نکل جانے دو پھر ہم ان کو سیدھا کر لیں گے۔ پس دونوں کی نیتیں درست نہ تھیں اور صلح چونکہ نیتوں کی صفائی کے بغیر نہیں ہو سکتی اس لئے نہ ہوئی۔

صلح کی تین نہ قائم رہنے والی بنیادیں

اب میں وہ بنیادیں بیان کرتا ہوں جن پر صلح رکھی گئی تھی۔ وہ تین ہیں (۱) یہ کہ سوراج قلیل عرصہ میں مل جائے گا۔ (۲) خلافت ترکی کی قائم ہو جائے گی۔ (۳) مذہبی اختلافات کو درمیان سے مٹا دینے کی کوشش اور یہ تجویز کہ ان اختلافات کو بالکل مٹا دو اور کبھی یاد ہی نہ کرو کہ ہندو مسلمانوں میں کوئی مذہبی اختلاف ہے۔

ان میں سے دو پہلی باتیں تو بطور مقصد کے تھیں اور تیسری ذریعہ کے طور پر مگر تینوں ایسی

تھیں کہ جو یا تو خاص وقت سے تعلق رکھتی تھیں یا ایسی غلط بنیاد پر تھیں کہ قائم نہ رہ سکتی تھیں۔

سوراج ایک سال کے اندر نا ممکن تھا

مثلاً یہ کہنا کہ سوراج ایک سال کے اندر اندر مل جائے گا اس کا کوئی یقین ہی نہیں کر سکتا تھا سوائے ان لوگوں کے جو سیاسیات میں دخل نہیں رکھتے تھے۔ ان ایام میں کئی جوشیلے طالب علموں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک سال میں سوراج مل جانا کیوں نا ممکن ہے؟ اس وقت ان کو سمجھانا مشکل تھا۔ مگر میں دیکھتا تھا کہ یہ بات غلط ہے اور ضرور غلط ثابت ہوگی۔ جرمنی کی حکومت کو کئی سلطنتیں مل کر مٹانا چاہتی تھیں اور اس کے لئے پانچ سال صرف ہوئے اور پھر بھی اس کے سارے ملک پر اتحادی قبضہ نہ کر سکے۔ جب وہ حکومت نہ مٹ سکی تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ ایسی حکومت جس نے جرمنی پر فتح حاصل کی اس کو ایک سال میں ہندوستانی ہندوستان سے نکال دیں۔ پھر کیوں یہ کہا گیا کہ ایک سال میں سوراجیہ حاصل ہو جائے گا۔ بات یہ ہے کہ لمبے وعدہ پر لوگ کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنے سال کون قربانی کرے مگر ایک آدھ سال کے لئے اگر کہا جائے تو زمیندار بھی کہہ دیتے ہیں کہ چلو اس سال کھیتی نہ کی تو نہ سہی اور جو کہا جائے ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اسی لئے سوراج کے حصول کے لئے ایک سال کا عرصہ رکھا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں بڑا جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے اس قدر قربانیاں کیں جو اس سے پہلے کبھی نہ کی تھیں مگر جب سال ختم ہو گیا اور سوراجیہ نہ ملا تو ان میں مایوسی پیدا ہو گئی۔

اس وقت کہا گیا کہ سوراجیہ کے لئے کچھ شرطیں تھیں جن کو پورا نہیں کیا گیا اس لئے وہ حاصل نہیں ہوا اگرچہ جب اعلان کیا گیا تھا اس وقت کوئی شرطیں نہ لگائی گئی تھیں۔ بعد میں لگائی گئیں مگر لگائی گئیں۔ اس وقت بھی ۹۰ فیصدی لوگ یہی سمجھتے رہے کہ کوئی شرط نہیں ہے اور جو شرطیں لگائی گئی تھیں وہ ایسی تھیں کہ خود شرطیں لگانے والے بھی یہی سمجھتے تھے کہ وہ اتنے قلیل عرصہ میں ہرگز پوری نہیں ہو سکیں گی۔ مثلاً کہا گیا کہ اگر سارا ملک تیار ہو جائے تو سوراجیہ مل جائے گا مگر یہ ایسی شرطیں تھیں جو کبھی پوری نہ ہو سکتی تھیں۔ اتنے تھوڑے عرصہ میں تو سلطنتیں بھی کسی ملک کے سارے لوگوں کو ایک کام کے لئے تیار نہیں کر سکتیں پھر یہ لوگ کس طرح کر سکتے تھے۔ انگریز پانچ سال کے عرصہ میں اپنے ملک کے صرف ایک حصہ کو جبری بھرتی کے لئے تیار کر سکے پھر سوراجیہ حاصل کرنے والے سارے ہندوستان کو اتنے عرصہ میں کس طرح تیار کر سکتے تھے۔ مگر یہ جانتے ہوئے انہوں نے لوگوں سے کہا کہ ایک سال میں سوراجیہ حاصل

ہو جائے گا یہ محض لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے تھا۔

خلافت کا مسئلہ

دوسرا مسئلہ خلافت کا مسئلہ تھا۔ اس سے لوگوں میں جوش پیدا کیا گیا اور اس سے خوش کرنے میں بہت مدد بھی ملی۔ اس کے متعلق میں آگے چل کر بیان کروں گا۔

ہم پہلے ہندوستانی پھر ہندو یا مسلم ہیں یہ ایک خوشکن مگر بے معنی اور مضر فقرہ ہے

تیسرا مسئلہ اختلاف کا تھا جس کے متعلق کہا گیا کہ مذہبی اختلافات کو مٹا دینا چاہئے اور کہا گیا کہ پہلے ہم ہندوستانی ہیں اور پھر ہندو یا مسلمان اس لئے مذہبی اختلاف کو چھوڑ دینا چاہئے۔ میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ باوجود مذہبی اختلاف کے صلح اور اتحاد ہو سکتا ہے اور مذہب صلح میں روک نہیں ہو سکتا مگر اس میں شبہ نہیں کہ مذہب کی وجہ سے ایسے فساد پیدا ہوتے ہیں کہ جن کے دور کئے بغیر صلح نہیں ہو سکتی۔ مگر کہا گیا کہ ان باتوں کو بالکل بھول جاؤ کیونکہ ہم لوگ پہلے ہندوستانی اور پھر ہندو یا مسلمان ہیں لیکن یہ فقرہ ایسا تھا جس کا مطلب کوئی نہ سمجھ سکتا تھا اور یہ اسی قسم کے فقروں کی طرح تھا جو بظاہر خوشنما نظر آتے ہیں لیکن عملاً ان کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی جیسے انجیل کا یہ فقرہ ہے کہ اگر کوئی داہنی گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اس کی طرف پھیر دے[۶] یہ بڑا خوشنما فقرہ ہے مگر اس پر کوئی عمل نہیں کر سکے گا۔ مصر کے متعلق ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی پادری کھڑا وعظ کر رہا تھا اور اپنے وعظ میں رسول کریم ﷺ کو گالیاں دے رہا تھا اس پر ایک مسلمان کو غصہ آیا اور اس نے آگے بڑھ کر پادری کے منہ پر ایک تھپڑ مارا۔ پادری نے کہا کیا یہی اسلامی تعلیم ہے اور اسے مارنے لگا۔ مسلمان نے کہا اس وقت میں نے انجیل کی تعلیم پر عمل کیا ہے آپ کو چاہئے کہ دوسرا گال بھی میری طرف کر دیں تاکہ میں اس پر بھی تھپڑ مار دوں۔ پادری نے کہا اس وقت میں تمہاری تعلیم پر عمل کروں گا اور اس کا بدلہ لونگا انجیل کی تعلیم پر عمل نہیں کروں گا۔ اور دنیا میں ایسے مواقع آتے ہیں جبکہ سزا دینی ضروری ہوتی ہے اور اسلام کی یہی تعلیم ہے لیکن بظاہر انجیل کا یہ فقرہ بڑا خوشنما لگتا ہے جس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح یہ فقرہ تھا جو بڑی کثرت سے استعمال کیا جاتا تھا کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں اور پھر ہندو یا مسلمان۔ مگر اس کا مطلب کیا تھا کیا یہ پہلے ہندوستان نے پیدا کیا اور پھر ہندو یا مسلمان بنا مگر یہ غلط ہے اور وقت کے لحاظ سے یہ فقرہ درست نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کا تعلق خدا سے ہوتا ہے اور

خدا پہلے پیدا کر دیتا ہے پھر ملک سے تعلق پیدا ہوتا ہے- باقی رہی فضیلت کہ یہ کہنے والا کہتا ہے میں مذہب کو ادنیٰ سمجھتا ہوں اور ہندوستانیت کو اعلیٰ یہ بھی غلط ہے کیونکہ مذہب کے مقابلے میں وطنیت کچھ حقیقت نہیں رکھتی- ہندو اگر یہ فقرہ کہتے تھے تو اور بات ہے مگر مجھے مسلمانوں پر حیرت آتی تھی کہ وہ کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں- اگر سوال درجہ کا ہے کہ کس کو قبول کرو تو یہ صاف بات ہے کہ مذہب پر ملک کو ترجیح نہیں دی جاسکتی- اور اگر کوئی کہتا ہے کہ مذہب ملک کی محبت میں روک ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ہندوستانی پہلے ہوں اور پھر مسلمان- اور اگر کوئی یہ کہتا ہے تو وہ مذہب پر ملک کو ترجیح دیتا ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مذہب وہاں ختم ہو جاتا ہے اور آگے وطنیت شروع ہوتی ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ مذہب کہتا ہے کہ نہ میں یہاں ختم ہوتا ہوں اور نہ وہاں اس لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ میں مسلمان ہندوستانی ہوں کیونکہ اسلام کہتا ہے کہ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ ☆[۸] کہ وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے- ایسی اعلیٰ تعلیم کے ہوتے ہوئے کسی اور فقرہ کے ایجاد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ السلام کا ارشاد ہے کہ وطن سے محبت کرنا اسلام میں داخل ہے تو کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے وطن کی محبت اس کے دل میں نہ ہو- پس میں اگر وطن کے لئے کوئی قربانی کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کسی بے معنی فقرہ کے ایجاد کی ضرورت نہیں- میں پہلے بھی بیچ بھی اور بعد میں بھی مسلمان ہی ہوں اور اس حالت میں قربانی کر سکتا ہوں- پس مسلمانوں کے لئے اس فقرہ کے ایجاد کی قطعاً ضرورت نہیں تھی-

یہ وہ تین باتیں تھیں جن پر اتحاد کی بنیاد رکھی گئی اور یہ تینوں عارضی اور غیر طبعی تھیں-

عارضی اتحاد کے بعد اختلاف کے موجبات

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس اتحاد کے اختلاف کا موجب کیا ہوا- اول تو یہ کہ مسئلہ خلافت کا حل عجیب طرح ہو گیا- خدا تعالیٰ نے ترکوں کو یونانیوں پر فتح دی اور یورپین طاقتوں نے سمجھ لیا کہ اگر اب ہم یونان کی طرف داری کرتے ہیں تو خطرناک جنگ شروع ہو جاتی ہے- یہ طاقتیں چونکہ پہلے ہی جنگ سے تھکی ہوئی تھیں اس لئے انہوں نے صلح کرا دی ادھر ترکوں نے خلیفہ کے اختیارات کا فیصلہ کر دیا اور کہہ دیا کہ خلیفہ کے لئے حکومت کی ضرورت نہیں اس طرح اس سوال کا حل ہو گیا کہ خلیفہ کے لئے سیاست ضروری ہے- پہلے یہ حل کسی کے خیال میں نہ تھا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں خلافت کے متعلق جوش نہ رہا-

دوسری بات یہ ہوئی کہ جب مقررہ مدت میں سوراج نہ ملا تو لوگ لیڈروں سے بدظن ہو گئے وہ سمجھے کہ ہم سے بے فائدہ قربانیاں کرائی گئی ہیں اور بلاوجہ خراب کیا گیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہوئی کہ کانگریس میں اصولی غلطیاں پیدا ہو گئیں۔ دنیا میں دو قسم کی حکومتیں ہوتی ہیں ایک شخصی اور دوسری قومی یعنی جمہوری ان کے سوا اور کوئی طریق حکومت ایسا نہیں ہوا جس سے لمبے عرصہ تک کام چلایا گیا ہو مگر کانگرس کی حکومت نہ انفرادی یعنی شخصی رہی اور نہ جمہوری۔ جمہوری تو اس لئے نہ رہی کہ مسٹر گاندھی کے مقابلہ میں کانگریس میں کوئی بول نہ سکتا تھا جو وہ چاہتے تھے وہی کانگریس سے منواتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کانگریس جسے جمہوری سمجھا جاتا تھا وہ ٹوٹ گئی اور لوگ شخص کے پیچھے چل پڑے اس طرح شخصی حکومت ہو گئی۔ اب شخصی حکومت میں قائم مقام کا ہونا ضروری تھا جیسا کہ بادشاہ کے بعد اس کا بیٹا نامزد کیا جاتا ہے اور اگر پریذیڈنٹ ہوتا ہے تو اس کا بھی قائم مقام تجویز کیا جاتا ہے مگر کانگریس میں گو شخصی حکومت قائم ہو گئی تھی لیکن کوئی قائم مقام نہ بنایا گیا تھا اور چونکہ لوگوں کو مسٹر گاندھی کی ذات سے تعلق تھا اس لئے کسی اور سے ان کو ایسا تعلق نہ پیدا ہو سکا۔ اگر لوگوں کو عہدہ سے تعلق ہوتا تو عہدہ کی عزت کی جاتی۔ اور جو اس عہدہ پر مقرر ہوتا اس کی ویسی ہی عزت کی جاتی جیسے پہلے کی۔ مثلاً روزولٹ امریکہ کا پریذیڈنٹ تھا تو لوگ اس کی عزت کرتے تھے جب وہ نہ رہا اور اس کی جگہ دوسرا ہوا۔ تو اس کی عزت کرنے لگے کیونکہ اس میں عہدہ پریذیڈنٹ کی عزت تھی نہ کہ کسی کی ذاتی عزت۔ اگر مسٹر گاندھی کی عزت ڈکٹیٹر یا پریذیڈنٹ ہونے کی وجہ سے ہوتی تو ان کی جگہ جو بھی مقرر ہوتا اس کی بھی عزت کی جاتی اور اس کا بھی اسی طرح حکم مانا جاتا جس طرح مسٹر گاندھی کا لوگ مانتے تھے لیکن چونکہ ان کی عزت ان کی ذات کی وجہ سے کی جاتی تھی اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ جب حکومت نے ان کو لوگوں سے علیحدہ کر دیا تو ان کے قائم مقام کو لوگوں میں وہ عزت حاصل نہ ہوئی جو ان کی تھی۔ اور ادھر کانگریس کی جمہوریت ٹوٹ چکی تھی اس لئے کانگریس کی طاقت تتربتر ہو گئی۔ اگر ان کی شخصیت نہ قائم کی جاتی اور اگر شخصیت قائم کی جاتی تو بطور عہدہ کے ہوتی تو ان کے علیحدہ ہوتے ہی دوسرا شخص ان کی جگہ مقرر کیا جاتا اور لوگ اس کو ماننے لگ جاتے۔ مگر ایسا نہ کیا گیا جس کا نتیجہ خطرناک نکلا۔

چوتھی بات یہ ہوئی کہ جو لوگ تکالیف اٹھاتے اور مشکلات برداشت کرتے رہے تھے ان کو آہستہ آہستہ مشکلات بڑی نظر آنے لگیں۔ پہلے مسلمانوں نے خیال کیا کہ ہم سب کچھ قربان

کردیں گے لیکن جب وقتی جوش ختم ہو گیا تو یہ کہنے لگے کہ ہم کو بھی حقوق ملنے چاہئیں اور یہ ٹھیک نہیں کہ ہمارے حقوق دوسروں کے قبضے میں ہوں یہ بات ہندوؤں کو شاق گذری اور اس پر فتنہ پیدا ہو گیا۔

پانچویں بات یہ ہوئی کہ ایام شورش میں ہندوؤں کو جو عظمت حاصل ہو چکی تھی اس سے ان میں سے بعض نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ میں یہ بعض ہندوؤں کے متعلق کہہ رہا ہوں اس سے ہندو بھی ناراض ہونگے اور مسلمان بھی۔ ہندو تو اس لئے کہ بعض بھی کیوں کہا گیا ہے اور مسلمان اس لئے کہ سارے کیوں نہیں کہا مگر میں ان میں سے کسی کے خیال کی بھی پیروی کروں گا تو وہ جھوٹ ہو گا۔ اصل بات یہی ہے کہ بعض ہندو ایسے تھے نہ کہ سارے۔

ہندوؤں نے ناجائز فائدے اٹھائے

پس ان بعض ہندوؤں نے اس موقع پر ناجائز فائدہ اٹھایا۔ مسٹر گاندھی چونکہ ہندوؤں میں سے تھے اور ان کی عظمت مسلمانوں میں قائم ہو چکی تھی اس لئے بعض ہندوؤں نے ان کو ہندو مذہب کی صداقت کے طور پر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا اور اس طرح مسلمانوں کو ہندو بنانے لگے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کا دین بھی ہاتھ سے چلا تو وہ برخلاف کھڑے ہو گئے۔

دوسری بات ہندوؤں کی مذہبی بے صبری تھی۔ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے بعض شرائط منوانا چاہتے ہیں جنہیں وہ نہیں مانتے تو انہوں نے کہا کہ سب مسلمانوں کو ہندو بنا لینا چاہئے تاکہ کوئی مسلمان نہ رہے۔

تیسری بات ہندوؤں کے لئے یہ ہو گئی کہ مسلمانوں نے علماء کی جو مجلس قائم کی تھی اس کے اختیارات سے ہندوؤں کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے سمجھا کہ کانگریس کے سارے اختیارات اس کے ہاتھ میں چلے گئے ہیں اور وہ ہمارے حلقہ اثر سے باہر ہے۔

مسلمانوں کو مٹا دینے کی تجویز

ان باتوں کو مدنظر رکھ کر جب ہندوؤں نے دیکھا کہ لوگ ایسی قربانیاں روز روز نہیں کر سکتے اور جب انہوں نے دیکھا کہ مسٹر گاندھی کی ایسی عظمت مسلمانوں میں قائم ہو گئی ہے کہ مسلمان مذہبی طور پر ان کی قدر کرتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر نبوت جاری ہوتی تو ان کو ملتی تو اس سے انہوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے بالکل مٹا دیا جائے مگر ان کا یہ کہنا کہ مسلمانوں کے ہندوستان سے مٹ جانے سے امن قائم ہو جائے گا بالکل غلط تھا کیونکہ

ہندو کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ مختلف فرقے ہیں جو اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا اخبار لیڈر میں ہندو مذہب کے متعلق مضامین چھپے تھے جو مختلف لوگوں نے لکھے تھے ان میں سے ایک نے لکھا تھا کہ کئی مذاہب کو جمع کر کے ہندو مذہب بنا دیا گیا ہے۔ تو ہندو خود کوئی مذہب نہیں ہے اگر مسلمان ہندوستان سے مٹ گئے تو ان کی آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی کیا مسلمانوں سے پہلے ان میں لڑائیاں نہ ہوتی تھیں؟ بدھوں اور جینیوں میں کس قدر لڑائیاں ہوئیں۔ مختلف فرقوں نے ایک دوسرے کو کس بے دردی سے قتل کیا اور اس طرح قتل کیا کہ بعض قوموں کا ایک آدمی بھی نہ چھوڑا۔ پس اگر مسلمان اور انگریز ہندوستان سے نکل جائیں تو ہندو کہلانے والے آپس میں لڑیں گے اس لئے یا تو یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہندوؤں کا بھی کوئی ایک ہی فرقہ ہندوستان میں رہے۔ ورنہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسلمانوں سے ہندوستان خالی کرا دینے سے صلح نہیں ہو سکتی۔ دراصل صلح نیتوں کی صفائی سے ہی ہو سکتی ہے اور کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر تنازعات

اس کوشش کا کیا نتیجہ ہوا جو ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے مٹانے کے لئے شروع ہوئی یہ کہ مسلمانوں نے سمجھا ہمارا مذہب مٹنے لگا ہے اس وجہ سے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو مذہب بنا کر لڑنے لگے۔ کہیں جلوس پر لڑائی ہوئی، کہیں تعزیئے پر، کہیں اذان پر اسی طرح ہندوؤں نے کہا کہ اگر تمہارے تعزیئے نکلتے ہیں تو ہم باجے بجائیں گے اور مسجدوں کے پاس سے گذریں گے۔ اگر ان باتوں پر کوئی غور کرے تو حیران رہ جائے کہ یہ بڑے آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں یا بچے۔ باجوں کے مسجدوں کے پاس بجنے میں کیا بات ہے اور ان کے روکنے میں کیا؟ ان کا بجانا اور روکنا دونوں بچوں والی باتیں ہیں۔ میرے نزدیک تو تعزیئے مذہب میں شامل نہیں مگر جو تعزیئے بناتے ہیں وہ بھی ان کو مذہب کا جزو نہیں سمجھتے۔ پس اول تو یہ مذہب کا جزو نہیں اور اگر ہوں تو ان کے ایک رستہ سے گذرنے میں کونسی فضیلت ہو سکتی ہے اور دوسرے رستہ میں گذرنے میں کونسی ہتک ہو سکتی ہے۔ اسی طرح باجا بجانا مذہب کا فرض نہیں اور یہ بات تو بالکل ہی سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کسی قوم کا معبد آئے تو ضرور ہی اس کے پاس باجا بجانا چاہئے۔

ایسی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی عقلیں ٹھکانے نہیں رہیں اور یہ بچوں کی سی باتیں کرنے لگ گئے ہیں۔

سنگٹھن پھر ایک اور تحریک جو ان فسادوں کی وجہ سے نہیں بلکہ پہلے کی تھی اس کو اب زیادہ زور حاصل ہو گیا اور وہ سنگٹھن کی تحریک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تحریک ہندو مسلمانوں کے موجودہ فسادات کی وجہ سے شروع ہوئی مگر جو شخص پنڈت مالویہ صاحب کے حالات سے واقف ہو گا اسے معلوم ہو گا کہ جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا ہے اسی وقت سے اس تحریک میں لگے ہوئے ہیں۔ ہاں پہلے ان کی کوئی بات نہیں سنتا تھا مگر ملتان کے واقع سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور ہندوؤں کو اس کے لئے تیار کر لیا ہے۔

مسلمان اس تحریک سے بدک گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہندوؤں کی یہ کمیٹیاں جو الگ بن رہی ہیں یہ ہمارے خلاف اور ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے بنی ہیں یہ نہیں بننی چاہئیں۔ فسادات کے بعد اس تحریک کے زور پکڑ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو یہی خیال آیا کہ یہ فسادات کے بعد شروع ہوئی ہے۔ مگر در اصل یہ پہلے کی شروع ہے جن حالات کے ماتحت اس میں زور آیا ہے ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے مسلمانوں کے خلاف کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس تحریک پر ناراض ہوں اور یہ کہیں کہ ہندو کیوں اس پر عمل کرتے ہیں۔

تحریک شدھی شدھی کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ یہ ہندوؤں نے شروع کی اور مسلمانوں میں اس کی وجہ سے بھی نارضگی پیدا ہوئی مگر میں قطعاً نہیں سمجھتا کہ مسلمان شدھی پر ناراض کیوں ہیں۔ ہندوؤں کا شدھی کو جاری کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں کا دوسروں کو مسلمان بنانا۔ پس اگر کوئی دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرتا ہے تو ہم ناراض کیوں ہوں۔ عیسائی ہندوؤں سے زیادہ لوگوں کو عیسائی بنا رہے ہیں ان سے کوئی ناراض نہیں ہوتا پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان ہندوؤں سے شدھی کی وجہ سے کیوں ناراض ہیں۔ میں نے بارہا اپنی گفتگوؤں اور تقریروں میں ذکر کیا ہے کہ شدھی پر ناراض ہونے کی مسلمانوں کے لئے کوئی وجہ نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں چونکہ ان کے مذہب میں کسی کو داخل کرنے کی اجازت نہیں اس لئے مسلمان ناراض ہیں مگر میں کہتا ہوں اس پر تو ان کے پنڈتوں کو ناراض ہونا چاہئے نہ کہ ہمیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی ہندو مسلمانوں سے اس بات پر لڑے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کو شدھی پر قطعاً ناراض نہیں ہونا چاہئے اور میں تو اس کو نہایت ہی پسند کرتا ہوں کیونکہ جب تک کسی قوم میں یہ ولولہ نہ ہو کہ دوسروں کو اپنے اندر داخل کرے اس وقت تک وہ بھی دوسروں میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اب جبکہ ہندوؤں میں یہ ولولہ پیدا ہو رہا ہے

کہ دوسروں کو اپنے اندر داخل کریں تو وہ بہ نسبت اس کے جلدی مسلمان بنالئے جائیں گے کہ وہ پہلی حالت میں رہتے- پس میں شدھی کی تحریک پر ناراض نہیں ہوں اور نہ اسے ناپسند کرتا ہوں ہاں اس کے لئے جو ناجائز ذرائع اختیار کئے گئے ہیں ان کو ضرور ناپسند کرتا ہوں-

شدھی کا باقاعدہ مقابلہ سب سے پہلے ہم نے شروع کیا

چونکہ میں وہ انسان ہوں جس نے سب سے پہلے شدھی کے مقابلہ میں باقاعدہ کمانڈر مقرر کیا جس کے ماتحت ہروقت کم از کم ایسے سو آدمی کام کر رہے ہیں کہ جس کو وہ جہاں کھڑا کرے وہیں کھڑے رہتے ہیں اور جہاں بٹھائے وہیں بیٹھے رہتے ہیں خواہ کیسی ہی مشکلات اور تکالیف ان کو پیش آئیں اس لئے شدھی کے متعلق جو حالات مجھے معلوم ہیں وہ اور کسی کو معلوم نہیں ہیں- بعض لوگوں نے اس تحریک میں بھی ناجائز ذرائع استعمال کئے پھر میں نے "بعض" کہا ہے کیونکہ بعض ہندو شدھی کے خلاف بھی ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کو ان ذرائع کا علم ہو تو انہیں ناپسند کریں گے-

ہندوؤں نے شدھی میں ناجائز ذرائع اختیار کئے

تو بعض نے ناجائز ذرائع استعمال کئے وہ ذرائع کیا تھے وہ کئی قسم کے تھے مثلاً (ا) اس بات پر لیکچر دیئے گئے کہ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں نے اپنا لیڈر مان لیا ہے اور یہ بات اس قدر مشہور ہو چکی تھی کہ وہ لوگ جو پہاڑوں میں رہتے ان تک بھی پہنچی ہوئی تھی اس لئے ملکانے بھی تسلیم کر لیتے کہ ہاں مسلمانوں نے مسٹر گاندھی کو اپنا لیڈر مان لیا ہے- پھر ان کو کہا جاتا انہوں نے کہا ہے کہ تب تک ہندوستان کی حکومت نہیں مل سکتی جب تک تمام ہندوستانیوں کا ایک مذہب نہ ہو جائے- اس امر کے لئے سب سے پہلے ان راجپوتوں کو اپنے ساتھ ملانے کی تجویز کی گئی ہے جو پہلے ہندو تھے- اب یہ بات جب ان لوگوں نے سنی جو عام طور پر جاہل اور ناواقف تھے تو وہ ہندو بننے کے لئے تیار ہو گئے اور انہوں نے کہہ دیا کہ پھر ہمیں ہندو بننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے-

دوسرا ناجائز طریق یہ اختیار کیا گیا کہ مسلمانوں کے بزرگوں کے جھوٹے مظالم ان لوگوں کو سنانے شروع کر دیئے اور انہیں کہا گیا کہ مسلمان بادشاہوں نے تم کو زور اور جبر سے اور تمہارے باپ دادا کے گلے پر تلوار رکھ کر ان کو مسلمان بنایا تھا اب جبکہ انگریزوں کی حکومت ہے اور کوئی تم پر جبر نہیں کر سکتا تو تمہیں چاہئے کہ پھر ہندو بن جاؤ- اب جو مسلمان یہ دیکھے گا کہ

ہمارے بادشاہوں کو اس طرح گندہ اور ظالم کر کے دکھایا جاتا ہے تو اس کو غیرت آئے گی اور چونکہ نہ صرف عالمگیر اورنگ زیب کے زمانہ میں بلکہ سب مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں شروع سلطنت اسلامیہ سے ہندو مسلمان ہوتے چلے آئے ہیں اس لئے سب مسلمان بادشاہوں پر زبردستی مسلمان بنانے کا الزام لگایا گیا اور ان کو ظالم اور جابر قرار دیا گیا۔

اس کے متعلق میں نے اپنے ان مبلغوں کو جو ملکانوں میں کام کرتے تھے لکھا کہ تم ان لوگوں کو کہو کہ اگر یہ بات درست ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے تمہارے باپ دادوں کو جبراً مسلمان بنالیا تھا جو راجپوت تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ باقیوں کو انہوں نے جبراً مسلمان نہ بنایا۔ اس پر آریوں کو بہت مشکل پیش آئی اور انہوں نے یہ ڈھنگ بنایا کہ ملکانوں کو کہنے لگے ایک دفعہ مسلمان تمہارے باپ دادوں کو لڑنے کے لئے لے گئے تھے اور کنویں میں تھوک کر ان کو اس کا پانی پلادیا تھا اس پر قوم نے ان لوگوں کو چھیک دیا تھا اور وہ مسلمان بن گئے۔

تیسرا طریق یہ اختیار کیا گیا کہ شدھی کا مطلب مسلمانوں سے چھوت چھات کرنا بتایا گیا اس سے مسلمانوں کو غصہ آئے گا یا نہ آئے گا کہ ہم سے نفرت کرائی جاتی ہے اور ہم کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اگر ملکانوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دی جاتی تو غصہ کی کوئی وجہ نہ تھی مگر اس کے بجائے مسلمانوں سے نفرت سکھائی گئی۔

پانچویں یہ کہ لالچ سے شدھی کی گئی شدھ ہونے کے لئے روپیہ دیا گیا۔ ہمارے پاس ایسے آدمیوں کے نام اور پتے اور ثبوت موجود ہیں ان کو شدھ ہونے کے لئے روپے دیئے گئے۔ ایک آدمی نے بتایا کہ میں چار پانچ سو روپیہ شادی پر خرچ کر چکا ہوں اب چار سو روپیہ اور چاہئے مگر ساہوکار کہتا ہے کہ شدھ ہو جاؤ تو دونگا۔ کیا تم یہ روپیہ دے سکتے ہو ہم نے کہا کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اس پر وہ روتا ہوا چلا گیا کہ اب میں مجبور ہوں مجھ پر الزام نہ لگانا کہ کیوں شدھ ہو گیا۔

پھر ان لوگوں سے ہمارے آدمیوں پر مظالم کرائے گئے ایک شخص جو سیشن جج کے ریڈر رہیں ایک گاؤں جس کا نام "سپار" ہے اس میں رہتے تھے ان پر جھونپڑا گرا دیا اور گھسیٹتے گھسیٹتے گاؤں سے باہر نکال دیا۔ اس کے متعلق مقدمہ ہوا اور ملزموں نے جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لی۔ اس پر عدالت بار بار کہتی کہ آریہ تو کہتے ہیں ہم نے ان کو شدھ کیا ہے کیا شدھ ہو کر یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ عدالت نے ان لوگوں کو مجرم قرار دیا اور سزا دی۔

اسی طرح ایک گاؤں ہے جو اردگرد کے علاقہ پر اثر رکھتا ہے اس کے دو بااثر آدمیوں کو تحصیلدار نے بلا کر کہا کہ تمہارے گاؤں میں فلاں کنواں جو سرکاری روپیہ سے بنا ہے اس کے متعلق میں کہدوں گا کہ چونکہ اس کا پانی کھاری نکلا ہے اس لئے روپیہ نہ وصول کیا جائے تم سارے گاؤں کو شدھ کرادو۔ وہ سرکردہ لوگ تھے انہوں نے اس گاؤں کے لوگوں کو شدھ کرادیا۔ اب تحصیلدار نے جو کچھ کہا تھا اس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ گاؤں والوں نے اس کو ان کے متعلق درخواست دی۔ ادھر تحصیلدار نے سفارش کی کہ ان سے روپیہ نہ لیا جائے اور ادھر یہ روایت ہے کہ اس شرط پر شدھ ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔

ایک اور جگہ ہمارے مبلغ ارتداد کو روکنے کے لئے گئے وہاں کے لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے لیکن وہاں تھانیدار نے جاکر لوگوں کو کہا کہ تم مجرموں میں شامل کر لئے جاؤ گے اس پر ان لوگوں نے ڈر کر کہدیا کہ ہم مسلمان نہیں ہوئے۔

اس کے علاوہ اس علاقہ میں ایسے مضامین اور ٹریکٹ اسلام کے خلاف شائع کئے گئے جو اس قدر گندے تھے کہ مسلمان ان کو سن بھی نہیں سکتے تھے۔ ان میں رسول کریم ﷺ اور اسلام کو ایسی گندی اور ناپاک گالیاں دی گئیں ہیں کہ کوئی شریف انسان ان کو پڑھ نہیں سکتا۔ اس سے مسلمانوں کو جس قدر صدمہ پہنچا جائز تھا۔

اسی طرح سنگھٹن کے انتظام کو فسادات کے ساتھ ایسا قریب کردیا گیا یعنی ملتان وغیرہ کے واقعات سے اتنا قریب شروع کیا گیا کہ مسلمانوں کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہمارے مٹانے اور نقصان پہنچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے۔ اگر ملتان کے فساد کے متعلق ہندو دھواں دھار تقریریں نہ کرتے تو ملتان کا فساد ملتان تک ہی محدود رہتا مگر اس فساد کو ہندوؤں نے اتنا پھیلایا اور مالابار کے واقعات کو اس کے ساتھ اس طرح ملادیا کہ مسلمانوں نے سمجھا ہندو ہم کو ذلیل اور برباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر ستم یہ ہوا کہ دونوں قوموں میں صلح کرانے والے خود ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور اس طرح کوئی صلح کرانے والا نہ رہا۔ اس طرح فسادات اور جھگڑے پیدا ہو گئے۔

اختلافات مٹانے کے لئے ناکام کوششیں

اب ان اختلافات کو مٹانے کے لئے جو کوششیں کی جارہی ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

سول نافرمانی

(۱) گورنمنٹ کے خلاف جوش پیدا کرکے سول نافرمانی کی جائے لیکن ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب آپس میں لڑائی ہو تو گورنمنٹ کے خلاف کون کھڑا

ہو سکتا ہے۔ ایسے جوش اس وقت پیدا کئے جاسکتے ہیں جبکہ گورنمنٹ سے کوئی امید نہیں ہوتی مگر جب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی ہمارا مقدمہ گورنمنٹ کے پاس پہونچے گا تو لوگ کس طرح گورنمنٹ کے خلاف کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اول تو ہم اسی کے خلاف ہیں کہ سول نافرمانی کی جائے مگر یہ موقع تو ایسا ہے کہ قطعاً اس کے خلاف ہیں۔

شدھی روک دی جائے

دوسری کوشش یہ کی گئی ہے کہ شدھی کی تحریک اور اس کے مقابلہ کی کوششوں کو روک دیا جائے۔ حال میں کانگریس کا جو اجلاس دہلی میں ہوا تھا اس میں یہ بات پیش ہوئی تھی مگر ہم حیران تھے کہ کس طرح روک سکتے ہیں سب سے زیادہ شدھی کے مقابلہ میں ہمارے آدمی کام کر رہے ہیں ہم سمجھوتہ کئے بغیر کس طرح اس تجویز کو پاس کر سکتے ہیں۔ جن ایام میں کانگریس ہو رہی تھی قادیان میں ہماری ایک مجلس ہو رہی تھی جس میں مَیں نے اپنے دوستوں کو کہا کہ ان سمجھوتہ کرنے والوں نے ایک بات کو نظر انداز کیا ہے مگر جب وہ فیصلہ کرنے لگیں گے تب انہیں معلوم ہو گا کہ کیا غلطی کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر میں گھر گیا تو مجھے ایک تار ملا جو مسٹر محمد علی، حکیم اجمل خان' اور ڈاکٹر انصاری کی طرف سے تھا جس میں لکھا تھا کہ شدھی کے متعلق سمجھوتہ کرنے کے لئے اپنے قائم مقام بھیجیں۔ اس پر میں نے آدمی بھیج دیئے جب ہمارے آدمی گئے تو معلوم ہوا کہ وہی بات ہوئی جو میں نے کہی تھی۔ یہ قرار پاچکا تھا کہ دونوں قومیں اپنے آدمی علاقہ ارتداد سے واپس بلالیں اور صرف یہ سوال باقی تھا کہ پہلے کون بلائے اور کون لوگ اول اس علاقہ کو خالی کریں۔ مولوی صاحبان نے یہ کہدیا تھا کہ ہمارے آدمی واپس آجائیں گے۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوا کہ احمدیوں کا کیا ہو گا؟ اس پر مسٹر شردھانند نے کہا کہ احمدی بھی اپنے آدمی بلالیں۔ اگر ان کے آدمی واپس آجائیں گے تو ہم بھی اپنے آدمی بلالیں گے ورنہ نہیں۔ اس وقت سمجھوتہ کرنے والوں کو ہمارا خیال پیدا ہوا اور ہمارے قائم مقاموں کو بلایا گیا۔ اس پر میں نے اپنے آدمیوں کو بھیج دیا۔ جنہوں نے جاکر کہا کہ کسی مذہب کی اشاعت کو نہیں روکا جاسکتا۔ اگر شدھی کو روکا جائے گا تو ہندو اسلام کی اشاعت کو بھی روکیں گے اس لئے یہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ ناجائز ذرائع جو استعمال کئے جاتے ہوں ان کو روکنا چاہئے۔ اس کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو تحقیقات کرے کہ کس فریق نے کیا کیا ناجائز ذرائع استعمال کئے ہیں۔ اس تجویز کی پنڈت مالویہ اور لالہ شردھانند صاحب نے مخالفت کی مگر مسلمان لیڈروں کو اس امر کی اہمیت معلوم ہو چکی تھی انہوں نے زور دیا اور کمیٹی

بنائی گئی گو افسوس ہے کہ ابھی تک اس کمیٹی میں کچھ کام نہیں ہوا۔

اب اگر شدھی کو روکنے کی تجویز پاس ہو جاتی تو اس سے اسلام کو بڑا بھاری نقصان پہنچتا۔ اور ہم جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ اسلام غیر مذہب کے لوگوں کو اپنی صداقت اور حقانیت کے زور سے کھینچتا ہے یہ جھوٹا ہو جاتا کیونکہ ہندوؤں کے سامنے عملاً مان لیا جاتا کہ ایسا نہیں ہو سکتا یہ اسلام کے لئے نہایت نازک موقع تھا جو ہمارے زور دینے کی وجہ سے ٹل گیا۔

تحقیقات کی جائے فساد کا بانی کون ہے؟ تیسری تجویز یہ کی گئی ہے کہ تحقیقات کی جائے فساد کا بانی کون ہے اور کس کی طرف سے زیادتی ہوئی ہے؟ یہ تجویز سب سے ضروری تجویز تھی مگر بعد از وقت تھی کیونکہ مسلمان لیڈر یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ ابتداء مسلمانوں نے کی ہے اور زیادتی ان کی ہے ایسی صورت میں اس قسم کی کمیٹی کے بنانے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ یہ بہت اچھا کام تھا بشرطیکہ ہندو مسلمان لیڈر اپنی رائے محفوظ رکھتے اور پھر واقعات سے جو کچھ ثابت ہوتا اسے پیش کرتے۔

سِول گارڈ بنائے جائیں چوتھی تجویز یہ کی گئی کہ سول گارڈ بنائے جائیں جو فسادات کو روکیں یہ ضروری تھی مگر لیڈروں کا آپس میں صلح کرنا اس کے لئے ضروری تھا۔ موجودہ حالت میں یہ سب تجویزیں ایسی ہیں جن سے صلح نہیں ہو سکتی۔

صلح کی حقیقی تجویزیں

اب میں وہ تجویزیں پیش کرتا ہوں جو اسلام سے مستنبط ہوتی ہیں اور جن سے صلح ہو سکتی ہے۔

مسلمان اپنے آپ کو مضبوط کریں۔ پہلی چیز جس سے صلح ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو مضبوط کریں میں پنڈت مدن موہن مالویہ صاحب کی اس رائے سے بالکل متفق ہوں کہ جب تک کوئی قوم خود محفوظ نہیں ہوتی دوسری قوم سے صلح قائم نہیں رکھ سکتی۔ پس میں ان کی اس رائے کے خلاف نہیں ہوں بلکہ متفق ہوں مگر یہ کہتا ہوں کہ ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں کو زیادہ مضبوط ہونے کی ضرورت ہے اور صلح کے لئے مضبوط ہونا روک نہیں بلکہ ضروری ہے۔ دیکھو فرانس اور انگلینڈ میں صلح ہے تو

کیا انہوں نے اپنے جنگی بیڑے توڑ دیئے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان صلح کے لئے مضبوط ہونے کی ضرورت نہ سمجھیں اس کے بغیر نہ صلح ہو سکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ ہمیں خود مضبوط ہونا چاہئے اور ہندوؤں کے مضبوط ہونے پر برا نہیں ماننا چاہئے۔ یہ نادانی کی امید ہے کہ چونکہ صلح ہو گئی ہے اس لئے ہندو اپنی تیاری چھوڑ دیں اسی طرح یہ بھی نادانی کی توقع ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو مضبوط نہ بنائیں۔ قرآن کریم تو مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ☆☆۸ تمہیں ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور اپنی حفاظت کے سامان کرنے چاہئیں۔ میرے نزدیک جو شخص غیر مسلح ہو کر صلح کرتا ہے وہ سوالی ہے اور سوالی سے صلح کے کیا معنی۔ صلح مسلح ہی کی ہوتی ہے۔ پس اگر ہم تیار نہیں ہماری قوم محفوظ نہیں اور صلح کے لئے جاتے ہیں تو یہ صلح کی درخواست نہیں بلکہ سوال ہے اور اپنے عجز کا اظہار ہے۔

پس مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ مضبوط ہوں اور اس کے لئے آرگنائزیشن کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں نے مسلم لیگ کو جو توڑا یا توڑنے کی طرح بنا دیا یہ سخت غلطی کی ہے ایسی لیگ ضرور ہونی چاہئے جو مسلمانوں کی قومی طور پر محافظ ہو ان کے حقوق کی حفاظت کرے ان کی ملازمتوں کا خیال رکھے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے مگر میں کہتا ہوں کہ ہندو جو مال و دولت میں مسلمانوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں جب وہ یہ باتیں کرتے ہیں تو ہم کیوں نہ کریں۔ جب ہندو باوجود مال میں' دولت میں' تجارت میں' ملازمتوں میں زیادہ ہونے کے کہتے ہیں کہ ملازمتوں کے حقوق' کالجوں' میں داخلہ کے حقوق' کونسلوں میں انتخاب کے حقوق ان کو زیادہ ملیں تو کیوں مسلمان ان باتوں میں کوشش نہ کریں؟

مسلمان تمدنی طور پر آزاد ہوں

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو تمدنی طور پر اپنے آپ کو آزاد کر لینا چاہئے۔ پچھلے دنوں ایک ہندو لیڈر نے جو غالباً بپن چندر پال تھے لکھا تھا کہ مسلمانوں کو ہم تین ماہ کے اندر اندر درست کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ مسلمانوں نے اپنی قومی زندگی کے سارے ذرائع دوسروں کے سپرد کر دیئے ہیں۔ اور کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی اور نہ زندہ رہنے کا حق رکھتی ہے جسے دوسری قوم اگر مقاطعہ کرے تو وہ زندہ نہ رہ سکے۔ مسلمانوں کو اگر زندہ رہنا ہے تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے اور دوسرے کی محتاجی سے اپنے آپ کو آزاد کر لینا چاہئے۔ اس کے لئے جن باتوں کی ضرورت

ہے

ہندوؤں سے چھوت چھات

ان میں سے ایک چھوت چھات بھی ہے اس سے ہندوؤں نے علاقہ ارتداد میں بڑا نقصان پہنچایا ہے- ہندو ملکانوں سے کہتے دیکھو مسلمان ہمارے ہاتھ کا کھا پی لیتے ہیں مگر ہم ان کے ہاتھ کا نہیں کھاتے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ لوگ ہم سے ذلیل ہیں اور اپنے آپ کو ذلیل سمجھتے ہیں- اس پر کئی گاؤں والوں نے ہمیں خطوط لکھے کہ اگر مسلمان اپنے آپ کو ذلیل نہیں سمجھتے تو وہ چھوت چھات کر دیں- آخر ہم نے یہ حکم دیدیا- میں مقاطعہ اور بائیکاٹ کو ناپسند کرتا ہوں مگر ہندو جو ہم سے چھوت چھات کر رہے ہیں کیا وہ ہمیں بائیکاٹ کر رہے ہیں؟ پھر وہ کہتے ہیں چھوت چھات کی تحریک کرنا فساد پھیلانا ہے مگر کیا ہندو فساد کے لئے ہم سے چھوت چھات کرتے ہیں- اگر ہندوؤں کے چھوت چھات کرنے کے باوجود کہا جاتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے آپس میں بھائی بھائی ہیں ایک مکان کی دیواریں ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اگر مسلمان بھی چھوت چھات کریں تو یہ لڑائی کا موجب بن جاتی ہے؟ پس یہ بالکل غلط ہے کہ چھوت چھات کرنا فساد کا باعث ہے بلکہ یہ خود حفاظتی کے لئے ضروری ہے-

دیگر تجاویز

اسی طرح مسلمان صنعت و حرفت کی طرف توجہ کریں- ڈاکٹری اور وکالت وغیرہ کے پیشوں میں مسلمانوں کی کافی تعداد ہو اسی طرح بینکوں میں مسلمان پیچھے ہیں ان میں ترقی کرنی چاہئے- میں سودی لین دین کے خلاف ہوں کیونکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا مگر میں نے غور کیا ہے کہ اگر قوم تیار ہو تو سود کے بغیر بینک چل سکتا ہے- اسی طرح ہندوستان کی تجارت ایکسپورٹ اور امپورٹ جو کلی طور پر ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے اس شعبہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے- علاوہ ازیں کمیشن ایجنسیوں میں بھی مسلمان پیچھے ہیں بلکہ صفر کے برابر ہیں- ان کی طرف متوجہ ہونا چاہئے- پس اگر مسلمان گھٹنوں کے بل گر کر معافی مانگنا اور ذلیل ہو کر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو اور بات ہے ورنہ اگر چاہتے ہیں کہ عزت و آبرو کی زندگی بسر کریں تو ان کمیوں کو پورا کریں-

پہلے مسلمان آپس میں اتحاد کریں

تیسری بات یہ ہے کہ مسلمان سیاسی اور مذہبی اختلافات کو نظرانداز کر کے آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں- اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سمجھ لیں کہ دنیا کے سارے مسلمان ایک ہیں اور سب کا

اتحاد ہونا چاہئے مگر افسوس کہ مسلمانوں میں رواداری کا مادہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا- ذرا ذرا سے اختلافات پر اپنی مجالس سے مخالف خیال والوں کو نکال دیتے ہیں- خلافت کے معاملہ کو ہی دیکھو اس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ ذرا اتنا کر دو کہ یہ مت کہو کہ سارے مسلمان سلطان ترکی کو خلیفہ مانتے ہیں بلکہ یہ کہو کہ اکثر حصہ مانتا ہے اور سارے کے سارے مسلمان سلطنت ترکی سے ہمدردی رکھتے ہیں- اس پر ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے کے لئے تیاری ہیں اور دوسرے مسلمان بھی جو خلیفہ نہیں مانتے اس تحریک میں شامل ہو جائیں گے مگر اس کی پرواہ نہ کی گئی اور خلیفہ نہ ماننے والوں کو الگ کر دیا گیا مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے سے الگ کرنے سے کسی قوم کو طاقت نہیں ہوا کرتی بلکہ اپنے اندر جذب کرنے سے طاقت حاصل ہوتی ہے- اگر خلافت کمیٹی والے میرا مشورہ قبول کرتے اور تمام مسلمانوں کی متفقہ کوشش سے کام کرتے تو موجودہ صورت سے یقیناً زیادہ کامیابی ہوتی- پس مسلمانوں کو چاہئے کہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے کسی فرقہ کو جدا نہ کریں اسی طرح سیاسی اختلاف کی وجہ سے بھی علیحدہ کرنے کی پالیسی کو چھوڑ دیں- دیکھو انگلینڈ کی پارلیمنٹ میں ہر خیال کے ممبر جمع ہوتے ہیں یا نہیں؟ مسلمان بھی اسی طرح ترقی کر سکتے ہیں کہ اپنی انجمن میں ہر قسم کے خیالات کے مسلمانوں کو شامل کریں اور سب لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونا چاہئے- مثلاً یہی الیکشن کا معاملہ ہے اس میں ایسا موقع بھی آیا ہے کہ ہماری جماعت کا ایک آدمی ایک حلقہ سے کھڑا ہوا- مگر دوسرا شخص اس سے زیادہ لائق اور موزوں کھڑا ہوا- تو ہم نے اپنے آدمی کو کھڑا نہ ہونے دیا اور دوسرے شخص کو اپنے ووٹ دیئے- اگر ایسی ہی رواداری سب مسلمانوں میں پائی جائے تو بہت فوائد کا موجب ہو سکتی ہے- مگر اب اس قدر عدم رواداری پائی جاتی ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ سچے لیڈر مسلمانوں کو نہیں ملتے- آج جس لیڈر کو سر پر اٹھایا جاتا ہے کل اسے گالیاں دی جاتی ہیں- مثلاً مسٹر جناح ہی ہے یا راجہ صاحب محمود آباد ایک زمانہ تھا جب مسلمان ان کی بہت بڑی قدر کرتے اور ان کو اپنا لیڈر سمجھتے تھے مگر اب یہ حالت ہے کہ ان کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے- اس کے مقابلہ میں ہندوؤں کو دیکھو پنڈت مالویہ صاحب متواتر چار سال سے اس پالیسی کی مخالفت کر رہے ہیں جو کانگریس نے تجویز کی ہے لیکن ہندو ان کی اسی طرح قدر کرتے ہیں جس طرح پہلے کرتے تھے پھر خود مسٹر گاندھی ان کی عزت کرتے تھے- پس ہندوؤں نے اپنے لیڈروں کی قدر قائم رکھی ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ ہندو لیڈر اب گورنمنٹ کو کہہ رہے ہیں کہ ہندو ہمارے ساتھ ہیں مگر مسلمان لیڈر یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ جنہوں نے شور و شر

میں حصہ نہیں لیا ان کو مسلمانوں نے ایسا تنگ کیا اور اس قدر نظروں سے گرایا کہ ان کی کچھ وقعت ہی باقی نہ رہنے دی اور اس طرح مسلمان نقصان اٹھا رہے ہیں۔

مسلمانوں میں مذہبی روح پیدا ہو

چوتھی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی روح اور جذبہ پیدا کیا جائے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمان مذہب سے بہت دور جا رہے ہیں جبکہ سیاسی طور پر مذہب سے محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ چاہئے کہ مسلمان خود بھی مذہبی جذبات پیدا کریں اور اپنے بچوں میں بھی مذہبی روح پیدا کریں۔

تبلیغ اسلام پر زور دیا جائے

پانچویں بات یہ ہے کہ تبلیغ اسلام پر زور دیا جائے۔ نیچر میں یہ قانون ہے کہ جو چیز بڑھنے کی طاقت رکھتی ہے اسے اگر روک دیا جائے تو وہ گرنے لگ جاتی ہے اور دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں بتائی جاسکتی جس نے بڑھنا بند کر دیا ہو اور وہ کم نہ ہونے لگ گئی ہو۔ ہر ایک چیز جو بڑھنے سے رک جائیگی ضرور کم ہوگی یہی وجہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے بڑھنا چھوڑ دیا ہے اسی وقت سے کم ہو رہے ہیں۔ پس میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ اگر وہ ترقی کرنا چاہتے ہیں تو دین کی اشاعت کریں وہ اس پر ناراض نہ ہوں کہ ہندو اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں بلکہ خود تبلیغ دین کریں اور دوسرے لوگوں کو اسلام میں داخل کریں۔ قرآن کریم نے تبلیغ دین ہر ایک مسلمان کا فرض قرار دیا ہے چنانچہ آتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [۹] مسلمانوں کی بڑائی اور فضیلت کی وجہ یہی ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کی طرف لائیں۔

غرباء کی خبر گیری کی جائے

چھٹی بات یہ ہے کہ غرباء کی خبر گیری کی جائے۔ یہ تمدنی طور پر نہایت ضروری امر ہے کیونکہ جب تک تمام قوم کے افراد میں محبت اور تعلق نہ ہو اس وقت تک کوئی قوم بڑھ نہیں سکتی مگر میں افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں ایسے امراء ہیں جن کو اپنی جان کی تو فکر ہے مگر غرباء کی کوئی پرواہ نہیں۔ ایسی انجمنیں اور سوسائٹیاں ہونی چاہئیں جو غرباء کو کام سکھائیں اور پھر ان کے لئے کام نکالیں۔

اپاہجوں کی امداد ہو

ساتویں بات یہ ہے کہ قوم میں جو ایسے لوگ ہیں جو کوئی کام نہیں کر سکتے۔ مثلاً اپاہج، لولے، لنگڑے وغیرہ ان کے لئے خاص انتظام کیا جائے۔ اسی طرح یتیم بچوں کی پڑھائی اور تربیت کا انتظام کیا جائے رسول کریم ﷺ اور اسلام

کو ایسے لوگوں کا اس قدر خیال تھا کہ زکوٰۃ کا حکم اسی قسم کے اخراجات کے لئے دیا گیا- چنانچہ معاذ کو جب رسول کریم ﷺ نے ایک صوبہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ حکم دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً فِیْ اَمْوَالِھِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ ۶۵ خدا تعالیٰ نے ہر مالدار پر صدقہ فرض کیا ہے تا امیروں سے لیا جائے اور غریبوں کو دیا جائے پس اسلام نے غرباء کی خبر گیری کو جزو اعظم قرار دیا ہے-

یہ خود حفاظتی کے متعلق تجاویز ہیں اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ہندو مسلمانوں میں صلح کیونکر ہو سکتی ہے-

صلح کرنے کی خواہش ہے تو سب فرقوں سے ہونی چاہئے

اول یہ کہ صلح تب تک نہیں ہو سکتی جب تک سب سے نہ ہو- اگر صلح سے مراد کوئی منصوبہ ہے تو اور بات ہے ورنہ اگر حقیقت میں صلح کرنے کی خواہش ہے تو سب فرقوں سے صلح ہونی چاہئے-

گورنمنٹ بھی ایک فریق ہے

اور ان فرقوں میں گورنمنٹ کو بھی شامل کرتا ہوں اب گورنمنٹ انگریزی ہمارے ملک کا ایک جزو ہے اس کو علیحدہ کر کے یہ سمجھنا کہ صلح قائم رہ سکے گی بالکل غلط ہے کیونکہ جب یہ کوشش کی جائے گی کہ کسی فرقہ کو علیحدہ کر کے صلح کی جائے تو وہ فرقہ اپنا سارا زور اس صلح کے توڑنے میں صرف کر دے گا- پس اس وقت تک صلح قائم نہیں رہ سکتی جب تک سب کی صلح نہ ہو اور جب تک گورنمنٹ بھی اس میں شامل نہ ہو- میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ گورنمنٹ جو کچھ کرتی ہے سب ٹھیک کرتی ہے میرے نزدیک بعض اوقات گورنمنٹ سخت غلطیاں کرتی ہے اور ایسے موقع پر خود میں نے ایسے ایسے سخت الفاظ میں گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے کہ جو ضروری تھے (سخت سے مراد گالیاں نہیں کیونکہ اس سے اسلام منع کرتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وضاحت اور صفائی سے گورنمنٹ کی غلطی پیش کی گئی) اور میں نے دیکھا ہے بالعموم گورنمنٹ نے ان باتوں کو منظور کر لیا ہے-

ہم گورنمنٹ کے خوشامدی نہیں

پس میں خوشامدیوں میں سے نہیں ہوں اور نہ یہ پسند کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کی خوشامد کریں- کیونکہ میرے نزدیک خوشامدی انسان ہی نہیں ہوتا حیوان ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی گرا ہوا- اور میں یہ

بھی نہیں سمجھتا کہ گورنمنٹ غلطیوں سے پاک ہوتی ہے غلطیوں سے محفوظ صرف خدا ہی کی ہستی ہوتی ہے۔ نبی بھی غلطی کر سکتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ ہی فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص میرے پاس آئے جو اپنی چرب زبانی کی وجہ سے دوسرے کا حق مارے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں تو وہ یہ نہ سمجھے کہ چونکہ میں نے فیصلہ کیا ہے اس لئے دوسرے کا حق اس کے لئے جائز ہو گیا بلکہ وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہو گا[۱۱] پس جب دنیاوی معاملات میں نبی بھی غلطی کر سکتا ہے تو ائمہ بھی کر سکتے ہیں اور جب ائمہ کر سکتے ہیں تو عام انسان بھی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ انگریز بھی چونکہ انسان ہیں اس لئے وہ بھی غلطیاں کرتے ہیں مگر وہ چونکہ ہمارے ملک کا حصہ ہیں اس لئے ایسے طور پر اپنے حقوق قائم کرنے چاہیں کہ ان کو علیحدہ نہ کریں اور اگر ان کو علیحدہ کریں گے تو وہ اس اتحاد کو توڑنے کی کوشش کریں گے جو ان کے خلاف کیا جائے گا پھر اس سے ایک اور خطرناک نتیجہ پیدا ہو گا اور وہ یہ کہ بدامنی پیدا ہو گی۔ اب ہی دیکھ لو کیا نتائج نکل رہے ہیں پہلے تو کہا جاتا تھا کہ لوگ کیوں سول نافرمانی نہیں کرتے۔ مگر میں سمجھتا ہوں ناگپور میں ہندو جو کچھ کر رہے ہیں اس کے متعلق یہی کہا جاتا ہو گا کہ وہ سول نافرمانی نہ کریں۔ اب اگر ناگپور میں ہندو اس بات پر سول نافرمانی کر کے گرفتار ہوتے گئے کہ مسجد کے پاس باجا نہ بجانے کا جو حکم ہے اس کی خلاف ورزی کریں تو آخر گورنمنٹ ان کو چھوڑ دیگی پھر مسلمان نافرمانی کرنا اور گرفتار ہونا شروع کر دیں۔ پھر گورنمنٹ ان کو پکڑے گی۔ اس طرح گورنمنٹ کی تو وہی حالت ہو گی جو کہتے ہیں کہ ایک شخص کی ایک لڑکی کمہار کے گھر بیاہی ہوئی تھی اور دوسری مالی کے گھر۔ جب بارش آتی تو وہ کہتا اگر بارش برس گئی تو ایک لڑکی نہیں اور نہ برسی تو دوسری نہیں۔ پس سول نافرمانی کی وجہ سے ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں اور اس طرح کبھی امن نہیں ہو سکتا۔ اب اگر ناگپور میں دونو فریق باری باری نافرمانی شروع کر دیں اگر مسلمانوں کی بات گورنمنٹ مانے تو ہندو نافرمانی کریں جیسا کہ کر رہے ہیں اور جب ہندوؤں کی مانے تو مسلمان شروع کر دیں تو کس طرح صلح ہو سکتی ہے۔

جب تک مذہبی صلح نہیں ہوتی ملکی صلح بھی نہیں ہو سکتی

دوسری بات صلح کے لئے یہ ہے کہ جب تک مذہبی صلح نہ ہو گی ملکی صلح نہ ہو سکے گی۔ جو لوگ مذہب کو ماننے والے ہیں وہ کبھی ایسی صلح میں شامل نہ ہو سکیں گے جس سے مذہب خطرہ میں پڑتا ہو۔ مذہبی صلح سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ

سارے مسلمان ہندو ہو جائیں یا سارے ہندو مسلمان ہو جائیں۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ سب مذاہب والے ایک دوسرے کے مذاہب کے بزرگوں کا احترام کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان ہم کو جمع کر سکتا ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ محمد ﷺ کی ذات والاصفات سے بڑھ کر ہمارے نزدیک ہندوستان کی پوزیشن نہیں۔ رسول کریم ﷺ سے ہمیں جو تعلق ہے وہ ہندوستان کے تعلق سے بہت بڑھ کر ہے اور آپ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی ہم ہندوستان سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ کا ادب اور احترام قائم نہ رکھا جائے تو مسلمانوں کو کوئی چیز جمع نہیں کر سکتی۔

ہر مذہب کے بانی اور پیشوا کی عزت کرو

اگر کہو کہ یہ صلح کیونکر ہو سکتی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ اسلام نے اس کا طریق بتا دیا ہے اور میں اسلام کے اس طریق پر عمل کرنے والا کھڑا ہوں۔ کسی مذہب کا بانی اور پیشوا ہو میں اس کی عزت اور احترام کرتا ہوں۔ اگر کوئی ہندو کہے کہ کیا تم رامچندر کو مانتے ہو؟ تو میں کہوں گا ہیں ان کو نبی مانتا ہوں کیوں اس لئے کہ قرآن کریم کہتا ہے اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[۱۲] کہ ہر قوم میں خدا نبی بھیجتا رہا ہے پس اگر میں یہ کہوں کہ رام چندر جی اور کرشن جی جھوٹے تھے تو اس سے قرآن مجید غلط ٹھہرتا ہے۔ پس قرآن مجید نے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے کہ ہر ایک مسلمان دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے بے عزتی کرنے کے لئے نہیں۔ یہ تو مسلمانوں کا حال ہے اب میں ہندوؤں سے پوچھتا ہوں (اس پوچھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ مجھے جواب دیں بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنے دلوں میں غور کریں اور سوچیں) کہ کیا وہ بھی اس کے لئے تیار ہیں۔ اگر تیار ہوں تو پھر ایسی مضبوط صلح ہو سکتی ہے کہ جو عمر بھر نہیں ٹوٹ سکتی۔ اس کے متعلق میں یہ نہیں کہتا کہ ہندو یونہی اس بات کو مان لیں بلکہ یہ کہتا ہوں کہ عقل و فکر سے کام لے کر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا ساری دنیا کے انسان خدا کے بندے نہ تھے اگر تھے اور ضرور تھے تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہندوستان میں تو اپنے نبی بھیجے اور دوسرے ممالک میں نہیں بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہاں بھی بھیجے ہوں پس میں یہ نہیں کہتا کہ ہندو منافقت سے رسول کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کریں بلکہ ان میں ان کی عقلوں سے اپیل کرتا ہوں کہ کیا یہی بات نہیں کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے آپ کو بھیجا؟

عیب لگانا چھوڑ دو اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کرو

اور اگر اس کے لئے بھی تیار نہیں ہیں تو پھر یہ کریں کہ ہندو اور مسلمان اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ کیا کوئی ایسا مذہب ہے کہ جس میں کوئی خوبی نہیں بلکہ وہ اس لئے قائم ہے کہ دوسرے مذاہب جھوٹے ہیں۔ ایسا مذہب جس میں کوئی بھی خوبی نہ ہو ایک منٹ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ ہر ایک مذہب کا دعوی تو یہ ہے کہ ساری خوبیاں اسی میں ہیں اور کوئی دوسرا مذہب اس کی خوبیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جب یہ دعوی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس مذہب کے پیرو اس کی خوبیاں بیان نہ کریں۔ اسلام اپنے پیرووں کو یہ حکم دیتا ہے کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ [۱۳] اے مسلمانو! حکمت کی باتیں کرو اور اپنے مذہب کے احسن اصول پیش کرو تمہیں دیگر مذاہب پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں کیا تم خدا کو بتانا چاہتے ہو کہ فلاں مذہب کے لوگوں میں یہ نقائص ہیں خدا خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون سیدھے رستہ پر ہے پس تم اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرو۔

پس اگر ہندو صاحبان یہ نہ مانیں کہ رسول کریم ﷺ خدا کے سچے نبی تھے تو یہ اقرار تو کریں کہ وہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں گے اور اسلام پر اعتراض نہیں کریں گے۔ اگر یہی مان لیں تو اتحاد کے لئے یہ بھی کافی ہے۔ ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اس امر کو بہت عرصہ قبل پیش کیا تھا مگر افسوس کہ ملک نے توجہ نہ کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک اتحاد نہ ہو سکا اور نہ آئندہ اس وقت تک ہو سکے گا جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔

کم از کم دوسرے مذہب کے بزرگوں کو گالیاں نہ دو

تیسرے اگر کوئی کہے کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا تو بھی ہم اتفاق و اتحاد کے لئے تیار ہیں اور وہ اس اقرار پر کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں مت دو۔ ان کو جھوٹا فریبی مکار اور دغاباز مت کہو نہ یہ کہو کہ انہوں نے بے وقوفی اور کم عقلی کی تعلیم دی ہے اور اس قسم کے ٹریکٹ نہ شائع کرو جیسے محمد کا کچا چٹھا وغیرہ کے نام سے شائع کئے گئے ہیں جن میں سوائے گالیوں اور لغو اعتراضات کے کچھ نہیں ہوتا۔ ہمارا تو سب کچھ خدا اور اس کا رسول ہی ہے

اگر خدا اور رسول کے متعلق اس قسم کی بد زبانی جاری رکھی جائے گی تو مسلمان قطعاً اتحاد نہیں کر سکیں گے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ اسلام اور بانی اسلام کے متعلق اس قدر گالیاں دی جاتی اور اتنی بد زبانی کی جاتی ہے کہ ایسی ایک ماہ کی گالیوں کو جمع کرنے سے ایک سو صفحے کا رسالہ تیار ہو سکتا ہے ایسی حالت میں کس طرح امید ہو سکتی ہے کہ اتحاد ہو جائے گا۔ اسلام کی تو یہ تعلیم ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ [۱۴] کہ ان بتوں وغیرہ کو گالیاں نہ دو جن کو مشرک خدا کے سوا پکارتے ہیں اگر ان کو گالیاں دو گے تو وہ بھی اللہ کو گالیاں دیں گے۔

دیکھو یہ کیسی صلح اور اتحاد کی تعلیم ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو کیسا اعلیٰ اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔

دوسرے مذاہب پر اعتراضات کے اصول

اس شرط کی آگے دو شقیں ہیں ایک تو یہ کہ مسلّمہ اصول پر اعتراض نہ کئے جائیں۔ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا [۱۵] یہودیوں میں ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کبھی خدا کا کلام نازل نہیں ہوا مگر وہ یہ تو دیکھیں کہ موسیٰ پر توریت نازل ہوئی تھی گویا وہ اپنے مسلّمہ اصل پر اعتراض کرتے تھے جس سے خدا تعالیٰ نے روکا ہے۔

دوسری شق یہ ہے کہ قصے کہانیوں کی بناء پر اعتراض نہ کئے جائیں بلکہ اس مذہب کے مسلّمہ اصول پر اعتراض کریں۔ اس امر کو بھی قرآن کریم نے پیش کیا ہے فرماتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا [۱۶] ہم نے رسول مبشر اور منذر بنا کر بھیجے ان کا جو لوگ انکار کرتے وہ جھوٹ بول کر کرتے تا کہ دوسرے لوگ ان کو قبول نہ کریں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کہتا ہے سچا اعتراض بے شک کرو مگر جھوٹ نہ بولو۔ پس اگر ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ جو بات کسی مذہب کے مسلّمہ اصول میں نہ پائی جائے اس پر اعتراض نہ کیا جائے اور جو پائی جائے اسی پر اعتراض ہو تو بہت کچھ امن کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

کسی اہل مذہب سے اس کے مذہب کا مسلّمہ اصل چھوڑنے کا مطالبہ نہ کرو

چوتھی بات یہ ہے کہ مذہب کے لوگوں سے ان کا کوئی مسلّمہ مذہبی اصل نہ چُھڑایا جائے۔ اب ہندو مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ گائے کا گوشت کھانا چھوڑ دو مگر سوال یہ ہے کہ گائے اگر متبرک ہے تو ہندوؤں کے نزدیک ہے مسلمان اس کا گوشت کھانا کیوں چھوڑ دیں۔ جب اسلام ان کو اس کی اجازت دیتا ہے یہ مطالبہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اسلام کی تعلیم دیکھو مسلمانوں نے کفار سے ایک معاہدہ لکھایا جس میں آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ لکھا کفار نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم تو ان کو رسول اللہ نہیں مانتے اس لئے یہ الفاظ نہیں ہونے چاہئیں۔ جب یہ بات رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا بے شک یہ الفاظ کاٹ دو[۱۷] حالانکہ صحابہ کو ایسا کرنا گوارا نہ تھا۔

اسی طرح ایک صحابی کہتے ہیں میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے سنا کہ خدا نے موسیٰ کو سب پر فضیلت دی ہے یہ سن کر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اسے مارا۔ جب رسول کریم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا تم نے کیوں اسے مارا وہ تو اپنا عقیدہ بیان کر رہا تھا[۱۸]۔

پس ہم مسلمان تیار ہیں کہ ہندوؤں سے کوئی ایسی بات نہ چھڑائیں جو ان کے عقیدہ میں داخل ہو اسی طرح ہندوؤں کو چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی بات نہ چھڑائیں جو ہمارے لئے جائز ہو ورنہ دیکھو کس طرح مشکل پیش آسکتی ہے۔ کل کوئی ایسا فرقہ نکل آئے جو کہے کہ بکرے کی عظمت کرو تو کیا ہم اس کا گوشت کھانا بھی ترک کر دیں گے؟ اسی طرح ایک ایسا فرقہ نکل آئے جو کہے کہ گائے کا دودھ پینا چھوڑ دو کیونکہ اس سے بچہ کو تکلیف ہوتی ہے تو کیا ہم دودھ پینا بھی چھوڑ دیں گے؟

درحقیقت یہ طریق ہی غلط ہے۔ کسی مذہب کے لوگ دوسرے مذہب کے لوگوں کو اپنے اصول کے پابند نہ کریں ورنہ اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس طرح تو ہو سکتا ہے کہ کل کو ہندو یہ بھی کہدیں کہ ہندوستان چونکہ ہمارا متبرک ملک ہے اس لئے مسلمان اس سے نکل جائیں اور یہ بات یونہی نہیں کہی گئی بلکہ خطرہ ہے کہ ہندو کسی وقت یہ کہدیں گے کیونکہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۹ ایڈیشن چہارم میں لکھا ہے۔

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے اس وید

کی برائی کرنے والے منکر کو ذات، جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہئے۔"[۱۹]

اس تعلیم کے مطابق ممکن ہے کل ہندو کہدیں کہ ویدوں کی تعلیم کو مان لو ورنہ یہ ملک چھوڑ دو پس کہاں تک کوئی ان کی باتیں مانتا جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ مسلمان پہلے قدم پر ہی کھڑے ہو جائیں اور فیصلہ کرلیں۔ وہ مسلمان جنہوں نے گائے کی قربانی ترک کرنے کی تحریک کرتے وقت اس قسم کی غلطی کی تھی وہ اب زور دے رہے ہیں کہ مسلمانوں کو خوب قربانی کرنی چاہئے مگر یہ بھی ان کی غلطی ہے کیونکہ ہندوؤں سے ضد کی وجہ سے یہ کہہ رہے ہیں اس لئے میں نے گذشتہ عید الضحیٰ کے موقع پر اعلان کرا دیا تھا کہ پہلے جو مسلمان گائے کی قربانی کرتے تھے وہ بھی اب کے نہ کریں تا ہندو یہ نہ کہیں کہ ہمارا دل دکھانے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ تو کسی مذہب کے لوگوں سے اس کا کوئی مذہبی اصل چھڑانے کی قطعاً کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

ہر دوسری قوم کے حقوق کا احترام کرے

اسی طرح دنیاوی امور کے متعلق اتحاد کی بعض شرطیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہر قوم دوسری قوم کے حقوق تسلیم کرے۔ عجیب بات ہے کہ ہندو یہ تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو سوراج لے کر دیں گے مگر مسلمانوں کو ان کے چھوٹے چھوٹے حقوق نہیں دینا چاہتے۔ پھر کس طرح مان لیا جائے کہ جب کالجوں میں داخلہ میونسپلٹیوں میں ممبری اور ملازمتوں میں ضروری حقوق نہیں دیتے تو سوراج دیں گے۔ جو ایک روپیہ نہیں دے سکتا اس سے یہ توقع کیونکر ہو سکتی ہے کہ ہیرے دیدے گا۔ پس یہ ضروری امر ہے کہ ہر ایک قوم کے حقوق تسلیم کئے جائیں۔ میرے نزدیک مسلم لیگ اور کانگریس نے ہندو مسلمانوں کے حقوق کے متعلق جو سمجھوتہ کیا تھا وہ بھی ٹھیک نہ تھا۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی کم ہے وہاں تو ان کو کم حقوق دیئے ہی گئے ہیں لیکن جہاں ان کی آبادی زیادہ ہے وہاں بھی آبادی کے لحاظ سے حقوق نہیں دیئے گئے اس لئے سب سے ضروری بات حقوق کی صحیح تعیین ہے۔

مجرموں کو بِلالحاظ فرقہ مجرم قرار دو

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ اگر کہیں ہندو مسلمان میں جھگڑا ہو تو جو فریق قصوروار ہو اور جس کی زیادتی ہو اس کو پکڑا جائے تب تک کسی قوم سے صلح نہیں ہو سکتی جب تک قوم مجرم قرار نہ دے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ اگر کہیں مسلمانوں کی غلطی ہوتی ہے تو مسلمان ان کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر ہندو غلطی کرتے ہیں تو ہندو ان کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر

شاہ آباد اور آرا میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر ظلم کئے تو ہندوؤں نے ان کو نظر انداز کر دیا اور اگر مالا بار میں مسلمانوں کی طرف سے زیادتی ہوئی تو لیکچروں اور تقریروں کے ذریعہ اس کو پھیلانا شروع کر دیا۔ اس طرح اپنے مظالم بھول جاتے ہیں اور دوسروں کے یاد رکھتے ہیں۔

غرباء کے حقوق کی حفاظت کی جائے

تیسری بات یہ ہے کہ غرباء کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔

کانگریس میں ہر پارٹی اور خیال کے نمائندے لئے جائیں

چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ کانگریس کو وسیع کر کے ہر قسم کے خیالات کے لوگوں کو داخل کیا جائے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ جس سے مخالفت ہو اس کو کانگریس سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے مگر یہ طریق درست نہیں ہے۔ کانگریس تب ہی سارے ملک کی قائم مقام ہو سکتی ہے کہ خیالات کے اختلاف کی پرواہ نہ کر کے ہر قسم کے خیالات والوں کو اپنے اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع دیا جائے حتیٰ کہ ان کو بھی جن کو خوشامدی سمجھا جاتا ہے اور جو گورنمنٹ کے ملازم ہیں ان کو بھی شمولیت کا موقع دیا جائے۔ اگر ان کے خیالات اچھے اور مفید ہوں تو کیوں نہ ان کو مانا جائے۔ ورنہ جب تک کانگریس موجودہ شکل میں ہے اور جب تک اختلاف والوں کو نکالنے کی پالیسی پر عمل کیا جاتا ہے اس وقت تک سارے ملک کی کانگریس نہیں کہلا سکتی۔

دیانتداری پر مبنی ان تجاویزِ صلح پر عمل کر کے فائدہ اٹھاؤ

میرے نزدیک یہ تجاویز ہیں جن سے ہندو مسلمانوں میں صلح اور اتحاد ہو سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں ان کے متعلق کسی فریق کو یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ کسی فرقہ کی پاسداری کی گئی ہے یا تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ میں نے دیانتداری سے یہ تجاویز بیان کر دی ہیں۔ آخر میں میں نے ان ذمہ داریوں کو یاد دلا کر جو حب الوطنی' اخلاق' روح اور انسانیت کی طرف سے آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں اپیل کرتا ہوں کہ ان تجاویز پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور دوسرے سب لوگوں کو ان راہوں پر چلنے کی توفیق دے جن سے امن و امان قائم کر سکیں۔

۱- الفاتحة : ۲ ۲-یونس : ۱۱ ۳-البقرة : ۱۹۲

۴- العنکبوت : ۹

۵- بخاری کتاب الادب باب صلة الوالد المشرک

۶- بخاری کتاب اللباس باب الحریر للنساء

۷- لوقا باب ۶ آیت ۲۹-بائبل سوسائٹی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء

☆۸- موضوعات علی القاری (اسرار المرفوعة) صفحہ ۳۸

☆☆۸- النساء : ۷۲ ۹-ال عمران : ۱۱۱

۱۰- بخاری کتاب الزکوٰة باب وجوب الزکوٰة

۱۱- بخاری ابواب المظالم والقصاص باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمه

۱۲- فاطر : ۲۵ ۱۳-النحل : ۱۲۶ ۱۴-الانعام : ۱۰۹

۱۵- الانعام : ۹۲ ۱۶-الکھف : ۵۷

۱۷- بخاری کتاب الصلح باب کیف یکتب ھٰذا ما صالح فلان ابن فلان......الخ

۱۸- بخاری کتاب الدیات باب اذا لطم المسلم یهودیا عند الغضب

۱۹- ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۰-ایڈیشن ہشتم مطبوعہ لاہور ۱۹۲۷ء